سید ابوالحسن علی ندویؒ کی علمی واصلاحی کاوشوں کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

A Research and Analytical Study of the Academic and Reform efforts of Syed Abul Hasan Ali Nadvi

Dr Umme Salma
Lecturer: Institute of Education and Research
University of The Punjab Lahore, Pakistan
Email: ummesalmaier@pu.edu.pk
Yasmin Subhan
Lecturer Islamic Studies
Government Associate College for Women Kot Radha Kishen, Kasur
Email: aayaniqbal786@gmail.com

ABSTRACT
Maulana Syed Abul Hasan Ali Nadvi is a famous personality not only in India and Pakistan but also in the Arab world and the Islamic world.. He was a figure of universal fame in India and the Arab world, so he was the only scholarly and religious figure in the last twenty-five or thirty years. At the end of the name, the word "Mian" is added after the name of the Sayyid in India and the surname is used respectfully in Arab countries. Maulana Syed Abul Hasan Ali Nadvi not only struggled for Da'wah and Tabligh and moral reform in India, but also at the global level, he fulfilled this responsibility well. He did Da'wah and preaching work not only in Egypt, Iraq, Syria and Arab countries, but also visited European countries. In May 1959, Maula founded a permanent religious organization named "Majlis Taqeeqaty w Nashriaty Islam" for the preparation and publication of Da'wa literature.So far, this Majlis has published more than fifty two (250) books in Arabic, Urdu, English and Hindi in the introduction of religion and Shari'ah, beliefs and works of Islam, Hadith and Prophet's Prophet (peace be upon him) and the history of reform and renewal, which have been published in America, Europe. , South Africa, and Arab countries are playing a very important role in presenting the facts according to the contemporary requirements. The result of the struggle and the continuous struggle attracted the young generation towards Islam and awakened the Muslim Ummah from its state of inactivity
Keywords: introduction of Abu-al -Hassan Ali Nadwi, struggle of reform, literature and tabligh, young generation

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صرف پاک وہند ہی میں نہیں بلکہ دنیائے عرب اور دنیا اسلام کی مشہور شخصیت ہیں، آپ کی تحریروں میں جو سوزدروں خیر خواہانہ تڑپ اور اضطراب پایا جاتا ہے، وہ ان کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتا ہے، آپ کی مساعی جمیلہ، پیہم جدوجہد اور مسلسل وڑ دھوپ کے نتیجے نے نوجوان نسل کو اسلام کی طرف راغب کیا اور امت مسلمہ کو نیند کی

کیفیت سے بیدار کیا۔ آپ ایک عالمگیر شہرت کی شخصیت تھے ہندوستان اور عالم عرب کی علمی ودینی نمائندہ شخصیت تھے، وہ ہندوستان یا برصغیر میں مولانا علی میاں اور عالم عرب میں شیخ ابوالحسن یا الشیخ الندوی کے نام سے مشہور تھے (نام کے آخر میں " میاں" کا لفظ ہندوستان میں سیدوں کے نام بعد لگایا جاتا ہے اور کنیت عرب ممالک میں احتراماً استعمال ہوتی ہے) حجاز مقدس کے اہل علم ومعرفت مولانا کو برکتہ العصر (اپنے زمانے کی برکت) کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

مولانا برصغیر میں پھیلے ہوئے کثیر سادات (جو سیدنا حضرت حسین کی ذریت میں ہیں) کے سیدنا حضرت سیدنا حسنؓ کی اولاد میں سے تھے، سیدنا حسنؓ کے پوتے عبد اللہ المحضؒ کے پوتے عبد اللہ بن محمد النفس الزکیہؒ جو عبد اللہ الاشتر کے لقب سے مشہور تھے، اہل بیت میں سے پہلے شخص تھے جو ہندوستان آئے، ابوالحسن علی ندوی انہی عبد اللہ الاشترؒ کی نسل میں سے تھے۔

"حضرت شاہ علم اللہ صاحب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت سید آدم بنوری کے ممتاز خلفاء میں سے تھے آپ نے 1096ھ میں وفات پائی انہیں کے نام سے رائے بریلی شہر کے بر لب ایک نئی بستی "دائرہ شاہ علم اللہ" کے نام سے مشہور ہوئی"۔[1]

"حضرت شاہ علم اللہ کے فیض وکمالات سے اس خاندان کو ایسی باطنی ترقی اور روحانی امتیاز حاصل ہوا جو صرف مجددی طریقیت کے قریبی سلسلوں میں ہوتا ہے اس خاندان کے مشائخ کی ایک مخصوص نسبت تھی جو سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کی صحبت وتاثیر نے خدا طلبی کا وہ ذوق اور دین کا وہ کیف پیدا کر دیا تھا جس سے اس خاندان کے چھوٹے بڑے اور مرد وعورت سرشار تھے"۔[2]

آپ اپنے خاندان کی دو بڑی شاخوں کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں "خاندان کی وہ شاخ جو ٹونک سے تعلق رکھتی تھی اسلامی اخوت ومساوات، صلہ رحمی، تواضع اور سادگی، ملازمین اور ماتحتوں سے مساویانہ سلوک اور اکرام میں نمایاں طور پر فائق تھی، یہ حضرت سید صاحب کی صحبت اور تربیت کا فیض اور مجاہدین ومہاجرین کے اخلاق کا اثر تھا، رائے بریلی کی شاخ میں اس کے بالمقابل اودھ کی تہذیب اور زمینداری کے اثر نے اپنا رنگ دکھایا تھا"۔[3]

آپ 6 محرم 1333ھ / 25 نومبر 1914ء کو پیدا ہوئے بمقام تکیہ کلاں رائے (انڈیا) مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب کی پہلی بیوی کی وفات ہو گئی ابوالحسن علی ندوی دوسری بیوی سے تھے، آپ کی والدہ جب آپ نو سال کے تھے تو والدہ کی وفات ہو گئی۔

"آپ کے والد کا نام حکیم عبد الحی تھا کاروان زندگی میں مولانا لکھتے ہیں کہ چونکہ آپ کا گھرانہ علمی وادبی اور دینیوملی خدمات کا دائرہ صدیوں سے رہا ہے اسی وجہ سے آپ کے والد محترم مولانا عبد الحئی جنہوں نے "نزھتہ الخواطر (عربی) اور گل رعنا لکھیں جو

پورے اسلامی کتب خانے میں اپنی مثال آپ ہیں اس کتاب میں بر صغیر کے آٹھ سو سالہ دور کے ساڑھے چار ہزار سے زائد علماء مشائخ، بزرگان دین اور مصنفین کا جامع تذکرہ درج ہے اس کے علاوہ آپ کے والد طب کا بھی کام کرتے تھے"۔[4]

تعلیم وتربیت:

"آپ کی ابتدائی تعلیم یعنی اردو فارسی اور حساب وغیرہ کی تعلیم گھر پر اپنے اعزہ یا بعض اساتذہ کے ذریعے ہوئی آپ کے والد لکھنؤ میں رہتے تھے، جہاں ان کا مطب تھا اور ندوۃ کی نظامت (سیکٹری شپ) کے فرائض کی انجام دہی ان کا مشغلہ تھا اور اس کے علاوہ مستقل تصنیف و تالیف، مولانا کی رسم بسم اللہ تکیہ کلاں میں ہو گئی تھی پہلے پورا ناظرہ پڑھا اور پھر لکھنؤ میں تعلیم جاری رہی 1933ء میں والد کی وفات کے بعد آپ کا سارا خاندان رائے بریلی میں منتقل ہو گیا، رائے بریلی میں مولانا کی تعلیم وتربیت والدہ کے زیر نگرانی جاری رہی، جہاں انہوں نے مولانا کو قرآن کی بعض بڑی سورتیں حفظ کرائیں اور کڑی دینی واخلاقی تربیت پر پوری توجہ دی"۔[5]

"آپ نے اپنی کتاب ذکر خیر میں اپنی والدہ محترمہ کی سوانح حیات "ذکر خیر" میں ایسے خطوط من وعن پیش کئے ہیں جو دوران تعلیم والدہ محترمہ آپ کو لکھا کرتی تھیں "اب عربی میں محنت کرو مگر بے قاعدہ نہیں، صحت کا ضرور خیال رکھو، تندرستی ہے تو سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے، اگر تم اتنی محنت عربی میں کر لیتے تو آج بہت کچھ حاصل ہو جاتا، توجہ کر کے جو کتابیں باقی ہیں پوری کر لو اور جہاں تک ممکن ہو اور اگلے علماء کی سی لیاقت پیدا کرو، وہی معلومات حاصل کرو جہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو اور تمام مسئلوں سے بخوبی واقف ہو جاؤ اس وقت علم کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ میری دلی تمنا ہے کہ تم علم میں وہ مرتبہ حاصل کرو جو بڑے بڑے علماء نے حاصل کیا جن کو آنکھیں دیکھنے کے لئے ترس رہی ہیں، کان ان کے مشتاق ہیں، دل شوق میں مٹا جاتا ہے۔ علی اس سے زیادہ کوئی خواہش نہیں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ تمہیں وہی خوبیاں عطاء کرے کہ وہی وقت آجائے"۔[6]

مولانا کی ابتدائی عربی کی تعلیم بھی رائے بریلی میں شروع ہو گئی تھی، صرف ونحو کی معروف کتابیں خاندان کے بعض لائق بزرگوں سے پڑھی تھیں، لیکن عربی کی با قاعدہ تعلیم ان کے سوتیلے بھائی ڈاکٹر عبد العلی کی نگرانی میں ہوئی مولانا کی با قاعدہ عربی تعلیم خلیل بن محمد عرب کے پاس ہوئی ان یمنی النسل عرب تھے اور ڈاکٹر عبد العلیٰ کے پڑوسی تھے اور لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی ادب کے پروفیسر تھے اور انگلش ایک پرائیویٹ ٹیوٹر سے پڑھتے تھے۔

1926ء میں آپ لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے آپ اس وقت یونیورسٹی کے سب سے کم عمر طالب علم تھے، 1929 میں آپ نے علامہ اقبال سے لاہور میں ملاقات کی آپ نے بچپن میں علامہ کی نظم چاند کا عربی ترجمہ کیا تھا جو

انہوں نے علامہ کو سنایا انہوں نے آپ سے عربی ادب کے بارے میں سوالات پوچھے جن کے جوابات سن کر بہت مطمئن اور خوش ہوئے۔

1929 میں فاضل ادب عربی (لکھنؤ یونیورسٹی) سے فراغت کے بعد آپ نے شبلی جیراج پوری سے دو سال تک حدیث وفقہ پڑھی، مولانا حیدر حسن سے حرفا حرفا صحیح بخاری، صحیح مسلم سنن ابی داود اور جامع ترمذی پڑھی، فقہ کی تعلیم 1928ء سے لے کر 1929ء میں شروع کی اس کا استحکام اور تکمیل بھی اسی دوران میں ہوئی، پچیس سال کی عمر میں آپ نے سیرت سید احمد شہید پڑھی انہیں احساسات اور تاثرات کو آپ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کاروان زندگی کے لئے یہ الفاظ مولانا کی فکری تشکیل کا اہم ماخذ ہیں:

"میرا ایک علمی وفکری پس منظر تھا، اصلاحی اور تجدیدی تحریکات اور ان کی مرکزی شخصیتوں کا میں نے نہ صرف مطالعہ کیا تھا بلکہ ان کے تعارف تذکرہ نویسی کا شرف بھی حاصل ہوا تھا، ان خیالات نے جو میرے خاص ماحول، مطالعہ اور ذہنی ساخت کا نتیجہ تھے کسی دور میں میرا ساتھ نہیں چھوڑا"۔[7]

آپ کے رفقاء کرام میں مولانا مسعود عالم ندوی کا تذکرہ ملتا ہے آپ کا اور ان کا ساتھ ندوۃ العلماء کے دور طالب علمی سے ہی ہو گیا اور پھر تا حیات کے ساتھی رہے ان کے ساتھ ساتھ آپ کے رفقاء کرام میں جن لوگوں کا نام ملتا ہے وہ ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر محمد الجلیل فریدی عبدالسلام قدوائی ندوی، سید ابوالاعلی مودودی اور شاہ معین الدین ندوی قابل ذکر ہیں آپ نے اپنے احباب کے بارے میں "پرانے چراغ" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور سب کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

1934 "ءمیں آپ کی شادی ماموں (سید احمد سعید صاحب) کی صاحبزادی سے ہوئی جو سید ضیاء النبی کی پوتی تھیں آپ کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی"۔[8]

"مجھے مولانا (مودودیؒ) کی شخصیت اور تحریروں سے واقفیت کی سعادت 1935ء سے ہو گئی تھی، میں نے ان کی کتابوں اور تحریروں سے بہت استفادہ کیا اور میری تحریر میں اس کا رنگ آیا-- میری پہلی ملاقات ان سے لاہور میں اگست 1939ء میں ہوئی اور ان کے ساتھ خط وکتابت غالبا اگست 1940ء میں شروع ہوئی"۔[9] آپ مولانا مودودیؒ سے تعلق کی بنا پر جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے اور لکھنؤ کی ذمہ داریاں بطور امیر شہر ادا کیں۔

تدریس، ادبی ودعوتی خدمات:

مولانا ندوی "کاروان زندگی" میں اپنی تعلیم وتربیت کے علاوہ درس وتدریس کا ذکر بھی بڑی اہمیت سے کرتے ہیں، آپ نے جب اپنی تعلیم مکمل کرلی تو آپ کا پروگرام بنا کہ جو علم حاصل کیا ہے اس کو دوسروں تک بھی پہنچایا جائے، اس کے لئے آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ یہ غالبا 1934ء کا زمانہ تھا اور اس وقت آپ کی عمر بیس سال

تھی اور بطور معلم اور بطور ناظم اپنی زندگی کے آخری چار عشروں سے فرائض سرانجام دے رہے تھے آپ نے ساری عمر تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور تبلیغی دوروں میں ہی گذار دی آپ لکھتے ہیں:

1933 ء میں دینی مراکز سے واقفیت کے لئے سفر کئے جو ضلع سہارنپور اور دہلی کے لئے تھے اس دوران شیخ عبدالقادر رائے پوری اور مولانا الیاس کاندہلوی سے واقفیت ہوئی اور پھر میں نے رائے پوری سے روحانی تربیت اور مولانا الیاس کی اتباع واقتداء میں فریضہ دعوت دین واصلاح معاشرہ کے لئے اپنی خدمات کو وقف رکھا"۔[10]

اردو میں آپ کی اولین تصنیف 1938 ء میں بعنوان سید احمد شہیدؒ شائع ہوئی جو دینی اور دعوتی حلقوں میں بہت مشہور ومعروف ہوئی، آپ نے انجمن تعلیمات دین کے نام سے 1943ء سے ایک انجمن قائم کی اور اس میں درس قرآن مجید کا سلسلہ شروع کیا جس نے خاصی شہرت حاصل کی۔

1945ء میں ندوۃ العلماء مجلس انتظامی کے رکن کی حیثیت سے منتخب ہوئے 1951ء میں سید سلیمان ندی کی تجویز پر ندوۃ العلماء کے نائب معتمد تعلیم کی حیثیت سے متعین ہوئے اسی سن میں آپ نے تحریک انسانیت کی بنیاد ڈالی،1954ء میں علامہ سید سلیمان ندوی کی وفات کے بعد معتمد قرار پائے۔1959 میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام قائم کی،1961ء میں برادر بزرگ ڈاکٹر عبدالعلی حسنی کی وفات کے بعد ندوۃ العلماء کے ناظم اعلی بنائے گئے،1963ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کئی لیکچرز دیئے جو "النبوۃ والانبیاء فی ضوء القرآن" کے نام سے شائع ہوئے،1968ء میں سعودی وزیر تعلیم کی دعوت پر ریاض تشریف لے گئے تاکہ کلیۃ الشریعہ کے نصاب ونظام کے جائزہ کے کام میں شریک ہوں،اس موقع پر وہاں جامعۃ الریاض اور کلیۃ العالمین میں کئی لیکچرز دیئے۔ندوۃ العلماء سے عربی میں نکلنے والے پرچے "الضیا" کی ادارت سنبھالی اسی طرح ندوۃ سے عربی پرچے "البعث الاسلامی" کے نگران بھی رہے۔

تصنیف وتالیف:

آپ نے سب سے پہلا مضمون "یسد الامام السید احمد شہید" لکھا اور یہ مضمون اس وقت کے مشہور رسالہ "المنار" میں چھپا۔

تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک: اس کتاب کے اندر آپ نے روح کی حقیقت،اسلامی وایمانی زندگی کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تاریخ دعوت وعزیمت: اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں اس کتاب کے متعلق سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ۔

"مصنف نے یہ کتاب بڑے وقت پر لکھی ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں رشد وہدایت اور عزم وہمت کا ایک صحیفہ دے دیا ہے، کیا عجب کہ مسلمان اس تاریخی موقع پر اس کتاب سے اصلاح وہمت کا فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے ماضی کے آئینے میں اپنے مستقبل کی شکل وصورت دیکھیں"۔[11]

پرانے چراغ: اس کتاب کے اندر پاک وہند کے ان اکابرین ومعاصرین کا ذکر ہے جن سے آپ کی ملاقاتیں ہوئی ہیں، اس کتاب کے اندر زیادہ تر سوانحی خاکے، خط وکتابت کے کچھ نمونے اور مختصر حالات زندگی واہم واقعات کا تذکرہ ہے، اس کتاب کا انداز نہایت سلجھا ہوا باوقار اور عالمانہ ہے۔

کاروان زندگی: مولانا کی خود نوشت پر مشتمل یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں ایک معلم، مصنف مؤرخ وداعی کی سرگذشت حیات ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات، تاثرات اور ہندوستان وعالم اسلام اور دیگر مغربی، افریقی اور امریکہ وغیرہ کے دورے اور واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحاصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز آپ بیتی بن گئی ہے۔

السیرۃ النبویہ (عربی): یہ کتاب سیرۃ النبی ﷺ پر تحریر کی گئی ہے اس کا ترجمہ "**رحمت نبوی ﷺ**" کے نام سے ہو چکا ہے اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں قدیم وجدید معلومات وتحقیقات اٹھانے کی ممکنہ کوشش کی گئی ہے **المرتضی** (عربی): یہ کتاب آپ نے عربی میں لکھی جس کا اردو ترجمہ المرتضیٰ کے نام سے ہو چکا ہے اس کتاب میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کی مفصل سوانح حیات، خاندانی خصوصیات، وہبی کمالات، خلفاء کی ترتیب زمانی میں حکمت ومصلحت اسلامی اور ان کی حیات مبارکہ اور کمالات وخصائص کا احاطہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے سوانحی طرز پر دیگر کتب بھی لکھی ہیں سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، تذکرہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی، مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا حیات عبدالحی، ذکر خیر، **روائع اقبال** (عربی) نقوش اقبال (اردو ترجمہ)۔ **حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب:** اصل میں یہ کتاب بھی عربی زبان میں لکھی گئی ہے درج بالا اردو نام ہے، عربی میں اس کتاب کا نام "**کیف ینظر المسلمون الی الحجاز وجزیرۃ العرب**" ہے یہ کتاب ان خطوط ومکاتیب کا مجموعہ ہے جو سربراہان مملکت سعودیہ، وزراء وامراء اور بعض عرب والیان سلطنت کو لکھے گئے، اور اس میں وہ تقاریر بھی شامل ہیں جو سعودی عرب کے اہم اجتماعات ومؤتمرات میں پیش کئے گئے۔ **حدیث پاکستان:** یہ مولانا کی وہ فکر انگیز تقریر ہے آپ نے اپنے دورہ پاکستان (1978ء) میں مختلف اسلامی اجتماعات، جامعات اور مدراس کراچی، اسلام آباد پشاور، فیصل آباد اور لاہور میں کیں۔ **جب بہار آئی:** اس کتاب میں سید احمد شہید اور آپ کے عالی ہمت رفقاء کے ایمان افروز واقعات ہیں جن کی کوششوں سے ہندوستان میں اسلام کی بہار آئی اور صدیوں کی یاد تازہ ہوگئی **کاروان مدینہ:** اس کتاب میں آپ کی وہ تقاریر اور مضامین شامل ہیں جن کا تعلق نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ، ان کی تعلیمات پیام، عطیات واحسانات اور نتائج واثرات سے ہے اس کے علاوہ اس میں نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔ **نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں:** دور امریکہ وکینڈا (1977ء) کے موقع پر اہم تقریروں اور

خطبات کا فکر انگیز مجموعہ ہے اس کے علاوہ اور دیگر کتب بھی آپ نے تحریر کی ہیں۔ حدیث کا بنیادی کردار، معرکہ ایمان ومادیت، ارکان اربعہ، قادیانیت، تعمیر انسانیت، صحبت با اہل دل، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، دریائے کابل سے دریاء یرموک تک، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح، تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، مطالعہ قرآن کے اصل ومبادی، خواتین اور دین کی دعوت، کاروان مدینہ، اصلاحیات، مذھب وتمدن، دستور حیات، دو متضاد تصویریں، تحفہ پاکستان، پاجا سراغ زندگی، عالم عربی کا المیہ۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد جن میں مختصر اور ضخیم تقریبا ایک سو چھہتر (176) کتب ہیں۔

دار المصنفین اعظم گڑھ:

دار المصنفین (اعظم گڑھ) ہندوستان کا بہت بڑا اسلامی و تحقیقی ادارہ ہے جس کی بنیاد علامہ شبلی نعمانی نے رکھی، سید ابوالحسن علی ندوی کو اس علمی و تحقیقی ادارہ کی " مجلس انتظامی اور مجبس عاملہ " کی کئی سالوں سے رکنیت حاصل رہی۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا قیام:

" انیسویں صدی سے عالم اسلام میں ایک تہذیبی ومعاشرتی ارتداد نے جنم لیا ہے، یہ وہ ارتداد ہے جو عالم اسلام پر یورپ کی سیاسی وتہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ آیا اور اس نے جدید مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ کو متاثر کیا، مولانا علی ندوی نے اپنی مخصوص دینی وعلمی تربیت اور خداد فہم وفراست ایمانی سے اس تحریک ارتداد اور اس کے عالم اسلام پر مرتب ہونے والے اثرات کا بڑی عمیق نظر سے مشاہدہ کیا اور پھر اپنی تحریرات اور خطبات سے عالم اسلام کو اس مغربی لادینیت کے عالمگیر اشاعت کے اسباب اور عالم اسلام میں اس کے مظاہر سے آگاہ کیا اور پھر اس کے علاج کے طریقے بتائے اور نئی طاقت دعوت ایمانی، اور اس کے لئے نئے علمی اداروں کی ضرورت اور نئے ذہن کو سامنے رکھ کر طاقتور دعوتی لٹریچر کی تیاری پر زور دیا۔

" مولانا نے نہ صرف اس فتنہ ارتداد سے دفاع کی دعوت دی بلکہ عملی طور پر اس مقصد کے لئے یعنی اعتقادی اور تہذیبی ارتداد اور اس فکری واخلاقی انتشار جو مغربی تہذیب اور نظام تعلیم کے ساتھ عالم اسلام میں داخل ہو گیا تھا، سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بچانے کے لئے صالح دعوتی لٹریچر کی تیاری اور اس کی اشاعت کے لئے مئی 1959ء میں " مجلس تحقیقات ونشریات اسلام " کے نام سے ایک مستقل دینی ادارے کی بنیاد رکھی مولانا اس کے بانی اور صدر رہے "۔[12]

یہ مجلس اب تک دین وشریعت، عقائد وارکان اسلام، حدیث وسیرت نبوی ﷺ اور تاریخ اصلاح وتجدید کے تعارف میں عربی، اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں دو سو پچاس (250) سے زائد مطبوعات (کتب) شائع کی جاچکی ہیں، جو امریکہ، یورپ، جنوبی افریقہ، اور عرب ممالک میں حقائق کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

دار العلوم دیوبند میں خدمات:

ابو الحسن علی ندوی کا سب سے زیادہ قریبی تعلق دار لعلوم دیوبند سے رہا ہے، بزرگان دیوبند مولانا سے ہمیشہ شفقت ویگانگت اور خصوصی اعتماد کا معاملہ کرتے رہے، اس اعتماد کی بنا پر آپ کو ندوۃ العلماء کی اصلاح نصاب کمیٹی کا رکن بنایا گیا، 1961ء میں اس کی مجلس شوریٰ کے رکن بنے۔

دعوتی اور دینی لٹریچر کی تیاری:

یورپ کی جنگ عظیم اول کے خاتمے پر خلافتِ عثمانیہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کی بنا پر برصغیر پاک وہند میں تحریک خلافت شروع ہوئی، جنگ میں اتحادیوں کی فتح اور خلافت اسلامیہ کو ختم کر دینے کے مذموم منصوبوں نے اسلامیان ہند کو بے چین کر دیا جس کی وجہ سے یہاں تحریک خلافت چلائی گئی اس تحریک کے دوران، ترکِ ہجرت، ترکِ موالات اور عدم اعتماد کے ایسے واقعات پیش آئے جنہوں نے مسلمانوں کی دینی وسیاسی شعور کی بیداری کی لہر پیدا کر دی، اور ان کے دلوں میں انگریزی حکومت کے خلاف نفرت اور مخالفت پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے دلوں میں انگریزی اقتدار سے مرعوبیت ختم ہوگئی۔ اور مسلمانوں میں سیاسی وملی شعور پیدا ہو گیا تھا اس دور میں مسلمانان ہند کو ایسے ادب (لٹریچر) کی ضرورت تھی جو اس میں خود شناسی پیدا کرے اور ایک باعزت، باوقار اور صاحب عزت واعتبار بننے کی دعوت دی اور ان کے سامنے ان کے اسلاف کے کارناموں کو پیش کیا جائے تاکہ ان کے اندر ایمان وعمل کی حرارت پیدا کی جاسکے اس مقصد کے لئے آپ نے 1939ء میں "سیرت سید احمد شہید لکھی۔

مولانا محمد الیاس کے دعوتی کاموں میں شمولیت:

سید ابو الحسن علی ندوی 1940ء میں حضرت مولانا محمد الیاس کی دینی ودعوتی سرگرمیوں سے وابستہ ہوگئے اسی زمانے میں آپ نے لکھنؤ اور اس کے مضافات میں تبلیغی کام شروع کر دیا جس سے اس کام کو دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلباء اور اساتذہ اور لکھنؤ اور اس کے قرب وجوار سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں بڑے مقبول ہوئے، اس کے بعد آپ اور آپ کے رفیق نظام الدین دہلی اور مسلک کے دوسرے علاقوں کی طرف بڑی بڑی جماعتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ **آپ نے ملکی سطح پر ہی دعوت دین کا کام نہیں کیا بلکہ آپ نے مسلمانوں کے اندر بیداری اور ان کی اصلاح کے لئے عالمی سطح پر دعوت اور اصلاح کا کام سر انجام دیا اس کے لئے تقریر اور تحریر دونوں کا سہارا لیا۔**

عالمی سطح پر دعوت وتربیت:

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے صرف ہندوستان میں ہی دعوت وتبلیغ واصلاح اخلاق کے لئے جدوجہد نہیں کہ بلکہ عالمی سطح پر بھی آپ نے یہ ذمہ داری بخوبی ادا کی ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کا آغاز 1947ء میں شروع کیا، مکہ، مدینہ مصر، عراق، شام اور نہ صرف عرب ممالک مین دعوت وتبلیغ کا کام کیا، اس کے ساتھ

ساتھ یورپی مملک کے دورے بھی کئے۔ آپ دعوت دین کا کام کرنے کے لئے باقاعدہ جماعت اسلامی میں 1941ء میں شامل ہوئے۔

ادارہ تعلیمات اسلام میں خدمات:

1943ء میں مولانا عبد الاسلام قدوائی ندوی نے لکھنؤ میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو عربی زبان وادب سکھانے اور قرآن مجید کے فہم ومطالعہ کے لئے تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس کے مقصد کے لئے "ادارہ تعلیمات" کی بنیاد ڈالی، اس ادارے میں درس قرآن اور درس حدیث کا انتظام بھی کیا گیا، درس حدیث کی ذمہ داری مولانا ابوالحسن علی ندوی کو سونپی گئی، مولانا نے اس درس میں اپنے استاد ومربی روحانی حامد علی لاہوری کے درس کے اصلاحی ودعوتی طرز کو اختیار کیا جو وہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دیتے تھے، چنانچہ یہ ادارہ جدید تعلیم یافتہ اور اعلیٰ مسلمان عہدیداروں اور دینی ذوق رکھنے والے مسلمانوں کا ایک دینی ودعوتی مرکز بن گیا اور یہ ان تمام افراد کے لئے دین سے قربت کا ذریعہ بنا"۔[13]

مسلمانوں کے مسائل کی تشخیص:

آپ نے حالات کا بغور جائزہ لیا اور مسلمانوں کے مسائل کی تشخیص کی بیسویں صدی اور اکیسویں صدی کا یہ دور اپنی سنگینیوں اور خرابیوں کے باوجود اپنے مصلحین سے خالی نہیں رہا ہے جنہوں نے عالم اسلام کے عالمگیر تنزل وانحطاط کے اسباب ومحرکات اور موجودہ حالات ومسائل کا کا تفصیلی جائزہ لیا اور ملت پر طاری ہونے والے معاشرتی معاشی، سیاسی اور اخلاقی امراض کی تشخیص کی، اور اس کا بذریعہ قلم، اور زبان اس کا حل تلاش کرنے کی بھرپور سعی کی، آپ نے امت مسلمہ کے عالمگیر تنزل وانحطاط کے اسباب ومحرکات کا جائزہ لیا اور اس کا حل پیش کرنے کی کوشش کی، آپ کے خیال میں مسلمانوں میں جو نمایاں مسائل نظر آتے ہیں ان میں ملوکیت کا آغاز، دین وسیاست کی تفریق، اخلاقی ومعاشرتی بگاڑ، جہاد واجتہاد کا فقدان ضعیف الاعتقادی، شرک وبدعات، غیر مسلم اقوام میں دعوت وتبلیغ سے غفلت، جمود اور پس ماندگی نفاق ، ایمانی واخلاقی بحران، خود اعتمادی کا فقدان، دینی حمیت کا فقدان، حالات سے مصالحت اور ذہنی انحطاط شامل ہیں آپ کے خیال میں ملت اسلامیہ کا تنزل اور زوال کوئی بھی حادثہ نہیں جو بغیر کسی معقول وجہ کے پیش آگیا ہو بلکہ اس کے محرکات وسباب ہیں جو ملت اسلامیہ کو تنزل وانحطاط سے دوچار کئے بغیر رہ نہ سکے۔ علماء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"عوام کی دینی راہنمائی، اسلامی تعلیم وتربیت اور دین کے مکمل شعور کے بغیر چھوڑ دینا بڑا خطرناک ہے، ایسی صورت میں وہ کسی بھی ملحد ومفسد کے تر نوالہ اور خوشگوار گھونٹ ثابت ہو سکتے ہیں، اور بڑی آسانی کے ساتھ تباہ کن نظریات وافکار وخیالات کا شکار ہو سکتے ہیں۔[14]

دیوبند سے متعدد بلند پایہ ہستیوں نے فیض حاصل کیا ان میں ایک نمایاں نام مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے ، بر صغیر پاک وہند کی تاریخ میں آپ کا نام ان نابغہ روز گار ہستیوں میں شامل ہو تا ہے جنہوں نے اس سر زمین پر معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی انقلاب بر پا کرنے میں بھر پور کر دار ادا کیا۔

آپ نے ایک زمانے کو ظلمت سے نکال کر اجالوں سے روشناس کرایا، ان کا فیض علم و نظر سے ایک عالم نے استفادہ کیا۔ آپ بہت بڑے عالم، ادیب تھے، بر صغیر پاک وہند میں جب علمی، اصلاحی اور اخلاقی بحران کا سیلاب امڈ آیا اور مسلمانو ں پر ہند اور انگریزی تہذیب و تمدن کا غلبہ ہونے لگا ایسے وقت میں، آپ نے مسلمانوں کے مسائل کا اندازہ کرتے ہوئے اپنا علمی، مذہبی اور سیاسی کر دار ادا کیا، مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا اور ان کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، قومی واخلاقی مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ممکنہ حل بھی پیش کرنے کی بھر پور کوشش کی۔

اصلاح انسانیت اور اصلاح معاشرہ:

آپ صرف مصنف ہی نہ تھے بلکہ اپنی تمام زندگی صلاح انسانیت اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف کر دی ان کی تمام تصنیفات، تقاریر اور مواعظ کا تعلق اصلاح نفس ہی سے ہے تزکیہ نفس کی اہمیت اور ضرورت کے مد نظر مولانا اپنی تصنیف "تزکیہ احسان یا تصوف و سلوک" میں لکھتے ہیں کہ "تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق کا وسیع و مستحکم نظام جس نے بعد کی صدیوں میں ایک مستقل علم و فن کی شکل اختیار کر لی، نفس و شیطان کے عقائد کی نشاندہی، نفسانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج، تعلق مع اللہ اور نسبت باطنی کے حصول کے ذرائع وطریق کی تشریح و تربیت جس کی اصل حقیقت تزکیہ واحسان کے ماثور و شرعی الفاظ میں پہلے سے تھی اور جس کا عرفی واصطلاحی نام بعد کی صدیوں میں تصوف پڑ گیا، اس اجتماعی الہام کی ایک درخشاں مثال ہے، رفتہ رفتہ اس فن کو اس کے ماہرین نے اجتہاد کے درجے تک پہنچا دیا، اور اس کو دین کی بڑی خدمت اور وقت کا جہاد قرار دیا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قلوب ونفوس کی مردہ کھیتیوں کو زندہ کیا اور روح کے مریضوں کو شفاعطاء کی، ان مخلص علماء بانیان اور ان کے تربیت یافتہ اشخاص کے ذریعہ دنیا کے دور دراز گوشوں اور طول وعریض ممالک (جیسے ہندوستان، جزائر شرق الہند اور براعظم افریقہ) میں وسیع پیمانہ پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی، ان کی تربیت سے ایسے مر دان کار پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں مسلم معاشرہ میں ایمان ویقین اور عمل صالح کی روح پھونکی"۔[15] آپ کے نزدیک اخلاق کی پاکیزگی تزکیہ نفس کے ذریعے ہی حاصل کی جا سکتی ہے آپ لکھتے ہیں:

"تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ انسانی نفوس کو اعلی اخلاق سے آراستہ اور رذائل سے پاک وصاف کیا جائے، مختصر الفاظ میں تزکیہ کی وہ شکل جس کے شاندار نمونے اور مثالیں ہم کو صحابہ کی زندگی میں نظر آتی ہیں اور ان کے اخلاص اور اخلاق کی آئینہ دار ہیں، وہ تزکیہ

جس کے نتیجے میں ایسا صالح، پاکیزہ اور مثالی معاشرہ وجود میں آیا اس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے، اور ایسی معدلت شعار اور حق پرست حکومت قائم ہوئی، جس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی سکتی"۔[16]

تزکیہ باطن

آپ نے نوجوانوں کو اپنے اندر تین صفات پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

1. ان کا اخلاق جو دوسروں کے لئے نافع ہو
2. طبیعت میں استغناء پیدا کیا جائے
3. اپنے شعبہ علم میں صاحب کمال بنایا جائے

آپ کے نزدیک اہم چیز تزکیہ باطن ہے جو اگر میسر نہ ہو تو بقول علی میاں کتاب وحکمت بھی ناقص رہ جاتے ہیں، اگر نوجوانان ملت اس لائحہ عمل کو اختیار کر لیں تو اپنی شخصیت پر خارج کے مسلسل حملوں کے باوجود اپنے باطنی جوہر کی حفاظت کر سکتے ہیں، اس کے لئے علم کے ساتھ رشتہ جوڑنے کی ضرورت ہے اور جب علم کا رشتہ خالق کے ساتھ جوڑ اجائے گا تو پھر ہم ایک واقعی اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں گے، ہمیں حکمت کی طرف رجوع کرنا ہو گا، حکمت سے مراد قرآن حکیم ہے حدیث رسول ﷺ ہے، اچھی سمجھ بوجھ ہے، سب کچھ ہے اور یہی اخلاق ہے، معاشروں کے جب اخلاق بگڑتے ہیں تو ان کے مزاج بگڑتے ہیں "فاسد الاخلاق "معاشروں کے مقابلے میں "فاسد المزاج "معاشروں کا مزاج زیادہ مشکل ہوتا ہے، اور خرابی مزاج کی ایک شکل اپنی جنت کو دوسروں کے ہاتھوں کی لکیروں میں تلاش کرنا بھی ہے جب قومیں اپنی جنت اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں تلاش کرنا سیکھ لیتی ہے تو کامیابیوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔

نصابی کتب:

"آپ نے نسل نو کے لئے کتب لکھیں اور انہیں شامل نصاب کیا گیا ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مدارس وسکولوں میں ان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ ان کتب کے اندر ان باتوں کا التزام کرتے کہ الفاظ کا ذخیرہ کم سے کم ہو لیکن اعادہ تکرار سے اس کو ذہن میں نقش کر دیا جائے، کتاب کو قرآن کی زبان میں لکھا جائے اور آیات قرآنی جگہ جگہ نگینہ کی طرح جڑ دی جائیں، اسلام کے بنیادی عقائد (توحید ورسالت، معاد) کی تلقین وتعلیم ضمناہو، قصوں کو پھیلا کر لکھا جائے اور ان میں ایسی راہنمائی کا سامان ہو کہ بچوں کے دلوں میں کفر وشرک کی نفرت، ایمان وتوحید کی محبت اور انبیاء کی عظمت راسخ ہو جائے اور یہ سب غیر شعوری طور پر ہو۔[17] انسانی معاشرہ کو صحیح رخ دینے میں ادب کا بھی اہم کردار ہے اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"ادب کی بڑی خاصیت اور قوت یہ ہے کہ وہ رحجانات ومیلانات اور طرز عمل، طرز فکر، اخلاق اور انقلاب کے محرکات پیدا کرتا ہے اس لئے وہ بہت مفید بھی ہو سکتا ہے اور بہت مضر بھی، وہ بڑی تعمیری طاقت بھی ہے اور تخریبی بھی، وہ معاشرہ کی تخلیق بھی کر سکتا ہے اور حکومتوں کی تعمیر اور تاسیس بھی، اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ اس کو صحیح رخ پر لگایا جائے اور اس سے تخریب، انتشار خیال اور لذت اندوزی اور نفس پروری کا ذریعہ بننے کی بجائے اس کو خیر پسندی، صلاح وتقوی، ضبط نفس اور صحیح رہنمائی کا آلہ اور ہتھیار بنایا جائے"۔[18]

آپ کے نزدیک ذرائع اور مقاصد کے مفہوم، اہمیت اور ان دونوں کے باہمی توازن کی ضرورت سے متعلق مولانا کی سادہ برجستہ اور عالمانہ ومفکرانہ خیالات نے اثر وتاثر اور غور وفکر کی جو فضاء پیدا کی، وہ اپنی مثال آپ ہے آپ لکھتے ہیں کہ "تنہا ذرائع کچھ نہیں کر سکتے، اگر اخلاقی طاقت، احساس ذمہ داری اور مذہب کی زبان میں خدا کا خوف نہ ہو تو بڑے بڑے سائنسدان، ریسرچ سکالر، یونیورسٹیاں، لائبریریاں، لیباٹریز اور عظیم الشان پروجیکٹ کچھ نہیں کر سکتے، یہ دنیا سائنس اور ٹیکنالوجی میں، مالیات میں اور زندگی کے تمام مادی شعبوں میں ترقی کر رہی ہے، ہمارا ملک بھی ترقی کر رہا ہے اور خود کفیل بنتا جارہا ہے لیکن جو کام نہیں ہو رہا ہے وہ اخلاق انسان کی عزت، محبت اور پریم کو عام کرنے کی دعوت ہے، آدمی کو آدمی سے ملانے، خود غرضی کو کم کرنے، خلوص کو پیدا کرنے، حب الوطنی اور وفاداری کے جذبات کو فروغ دینے اور ہر قسم کے کرپشن اور خرابیوں کو دور کرنے کے لئے عوامی سطح پر پرچار کا کام ہے"۔[19]

اصلاح کی عالمی سطح پر کوششیں:

آپ نے اصلاح کا کام ملکی سطح پر ہی نہیں کیا بلکہ عالمی سطح پر آپ کی کوششوں اور کاوشوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے۔

"اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو گا کہ عالم عربی، اس کے مسائل اور خطرات اور عربوں کے فطری محاسن، خداداد کمالات وقومی خصائص سے ان کی واقفیت، خود عربوں کے مقابلہ بڑھی ہوئی ہے، اسے حکمت الہی کا کرشمہ سازی کے لئے یا مولانا کی باکرامت شخصیت کی سحر انگیزی کہ عالم عربی میں ان کے خطابات اور تحریروں کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی بلکہ اسلامی بیداری کی لہر پیدا کر دی"۔[20]

آپ اہل مصر کو یوں خطاب کرتے ہیں کہ اسے سلام کی بے بہا دولت عقیدہ توحید ورسالت کو مصر مغرب تک منتقل کرنے کا فریضہ انجام دے۔

"اے مصر! تونے بہت سے کار آمد پل تعمیر کئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ایک اور پل تعمیر کر لے، ایسا پل جس کی دنیا میں مثال نہ ہو جو ایسے دو دریاؤں کو جوڑے جو اب تک ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں، جس سے دو تہذیبیں مربوط ہو جائیں جو اب تک ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اگر تو ایسا پل بنا لے جن سے دو تہذیبیں مربوط ہو جائیں جو اب تک ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اگر ایسا پل بنا لے جن سے دونوں براعظم ایک دوسرے کو اپنی اپنی پیداوار دیں تو تو انسانیت کو

ضائع ہونے سے بچالے گا، نہر سویز کا نکالنا بلا شبہ ایک عظیم تاریخی واقعہ ہے، جس کی وجہ سے تجارتی اور سیاسی دنیا میں انقلاب آگیا، لیکن کون انکار کر سکتا ہے کہ مشرقی ممالک کے لئے یہی نہر ایک مصیبت بھی لائی، نہر سویز مغربی تہذیب مشرق پر ٹوٹ پڑی، عالم عرب کو دوسری نہر کی ضرورت ہے جو صحیح طور پر مفاہمت باہمی اور عادلانہ تبادلہ کی صورت نکال دے اور یہ کار خیر اے مصر تو ہی کر سکتا ہے، تیرا روحانی مرکز نا قابل انکار ہے، حق یہ ہے کہ جو ثروت مشرق دے سکتا ہے اس کا وزن ہزار گنا اس سے زیادہ ہے جو مغرب سے درآمد کیا جاتا ہے"۔[21]

"آپ نے امت مسلمہ کے حقیقی وزن و قار، قدر و قیمت، اور ایمانی اعزاز کی طرف قرآن کی روشنی میں توجہ دلائی، خاص طور یہ الفاظ ان کا حاصل ہیں۔

"امت مسلمہ کی حیثیت اور وزن "قدر و قیمت" ہے نہ کہ "قد و قامت" اس کی حیثیت اور اس کا مقام اپنے پیغام، ایمان، عقائد، مکارم اخلاق، بیدار ضمیر اور جسم میں سیر ایت کئے ہوئے شعور و وجدان اور عقل و تدبر پر اثر ڈالنے والی بیتاب و بے چین روح سے ہے جو اس کو عطا کی گئی"۔[22]

"بڑی طاقتیں جس طرح عالمی سیاست میں دخل اندازی کرتی ہیں، اور اسلامی ملکوں کی سیاست و قیادت پر اثر انداز ہوتی ہیں، ان کی قوت و تاثیر سے غصہ و جھنجھلاہٹ کے شکار، اکتائے ہوئے نوجوانوں کو دور رکھنا اور بجائے ملحد و بے دین قائدین اور اصحاب اقتدار کے مخلص و دیندار اور قلب سلیم رکھنے والے قائدین اور اصحاب اقتدار کے مخلص و دیندار اور قلب سلیم رکھنے والے قائدین اور حکام کو متوجہ کرنا وقت ایک اہم تقاضہ ہے، چونکہ مملکت سعودیہ عربیہ فاسد عقائد اور شرک و بدعت کی برائیوں سے پاک وصاف اور صحیح اسلامی عقیدہ کی حامل ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالی نے اس کو حرمین شریف کی خدمت اور تولیت کا شرف بھی عطا فرمایا ہے اسی لئے وہی اس بنیادی خلا کو آسانی سے پر کر سکتی ہے"۔[23]

امت مسلمہ کو خطاب:

آپ امت مسلمہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کی مثال ایک سیل اور بیٹری کی مانند ہے اس سیل کو اگر ایمان کی طاقت کے ساتھ چارج کیا جاتا رہے گا تو گاڑی چلے گی۔ آپ مسلم نوجوانوں کی تربیت کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے مغربی تہذیب کے بارے اپنی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت، مغربیت کی کشمکش" میں مشرق و مغرب کے تہذیب و تمدن کے آلات و ایجادات، سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت سے استفادہ کو بڑی حد تک ناگزیر سمجھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی مذہبی روح اور تہذیبی اقدار کی بازیافت پر بھی زور دیتے ہیں۔

"اسلامی شخصیت اور امت مسلمہ کے وجود کے لئے مغربی تہذیب کے خطرناک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی کی سہولتوں سے استفادہ مغرب کی دریافت کردہ سائنس و ٹیکنالوجی، ایجادات، و تفریح و سہولت کے وسائل کو مطلق حرام کہہ دیا جائے، اسلام ہمیشہ سے وسیع ذہن کا مالک ہے اور ہر صالح اور مفید شے سے استفادہ کرنے کے سلسلے میں فراخ دل

اور کشادہ چشم رہا ہے اور رہے گا، لیکن اس معاملہ میں مغربی تمدن کا مفہوم آلات اور ایجادات اور زندگی کے مفید تجربات سے استفادہ سے زیادہ وسیع معنوں پر مشتمل ہے۔[24]

حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی:

آپ اپنی کتاب میں حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی زور دیتے ہیں اورآپ اپنی کتاب دستور حیات میں لکھتے ہیں کہ "عقائد، فرائض اور حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا مسئلہ مقدم اور سب سے اہم ہے یہ بات محقق ہے کہ اللہ تعالی اپنے حقوق معاف کردے گا لیکن بندوں کا اپنے حقوق و مطالبات کو معاف کرنا بندوں ہی کے اختیار میں ہے[25] ہمیں غیر جانبدارانہ اور محاسبانہ انداز سے اپنے پچھلے اور موجودہ حالات و معاملات پر غور کرنا چاہیے، اگر کسی کا کوئی حق یا مطالبہ ہمارے ذمہ رہ گیا ہو، قرض ہو، بیع و شراء کا معاملہ ہو مشترک جائیداد کا قصہ ہو ترکہ میراث ہو یا کسی مسلمان کی دل آزاری کا معاملہ ہو یا حق تلفی یا تہمت و غیبت اسی دنیا میں اس کو صاف کر لینا چاہیے، یا تو اس کا حق دے دیا جائے یا اس سے برضا ور غبت معاف کرا لیا جائے، باہمی معاملات و حقوق کے بارے میں ہم سے بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور اکثر وہ ہمارے ذمہ باقی رہ جاتے ہیں"۔[26] مزید اصلاح اخلاق کے متعلق آپ لکھتے ہیں:

"اس کے بعد ہم تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس، قلب کو رذائل سے پاک کرنے اور محاسن سے مزین کرنے کی فکر کریں، اس لئے کہ اخلاق رذیلہ وہ دبیز پردے ہیں جو تعلیمات نبوی ﷺ سے فائدہ اٹھانے اور صبغۃ اللہ میں رنگ جانے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں، یہی انسان کو ہوس کا شکار اور بازیچہ شیطان بنا دیتے ہیں یہی خطرہ اور ہلاکت کا سبب بنتے ہیں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے، اس سلسلہ میں ہمیں کتاب و سنت اور تعلیمات نبوی ﷺ کے میعار کا پابند ہونا چاہیے اور نفس و اخلاق کے تزکیہ نفس میں انھیں کے قول کو قول فصیل قرار دینا چاہیے"۔[27]

"پس جب تک انسان کے قلب و جگر سے محبت کا سرچمہ نہ ابلے، جب تک دل کے اندر ایثار کا جذبہ نہ پیدا ہوا، انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے، پس وہ ایسی انسانی تربیت کرتے ہیں کہ اس میں دوسرے مسلمان بھائی کے لیے ایثار اور تکلیف اٹھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ محض قانون سے انسان کا علاج نہیں کرتے بلکہ وہ انسان کے اندر حقیقی انسانیت، انسانیت کا جوہر پیدا کرتے ہیں۔ وہ ایسی قومی پیدا کرتے ہیں جو صحیح انسانیت کا مظاہرہ کرکے یہ ثابت کر دیتی ہے ہم معدہ، پیٹ اور سر کے غلام نہیں ہیں، وہ زبان حال سے اعلان کرتے ہیں کہ وہ شکم پرستی و قبر پرستی و اہل و عیال پرست نہیں، جب تک ایسی قوم سامنے نہیں آتی انسانیت کی اصلاح نہیں ہو سکتی"۔[28]

خواتین کی تربیت:

آپ اپنی کتاب خواتین اور دین کی خدمات میں اس بات کا جابجا تذکرہ کرتے ہیں کہ نسل نو کی تربیت کی ساری ذمہ

داری خواتین پر ہے آپ لکھتے ہیں کہ: "قرآن شریف پڑھنے کے قابل ہونا اردو کتابوں سے فائدہ اٹھانا اسلامی شعار واخلاق سے واقف ہونا اسلامی تہذیب اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا اور عقیدہ توحید پر جمنا آدھی ذمہ داری عورتوں پر ہے یہ بات گھر گھر پہنچانے کی ہے"۔[29]

جب تک خواتین صحابیات کا نمونہ نہیں بنیں گیں تب تک ہم اپنے سماج، معاشرہ اور سوسائٹی کو باہر کے مضر اثرات سے نہیں بچا سکتے۔

اس لئے ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا اچھا انتظام ہو جگہ جگہ چھوٹے مکاتیب اور مدارس قائم کئے جائیں جہاں بچیاں تعلیم حاصل کر سکیں وہاں دینی فضا ہو وہاں پر انہیں اسلامی شعار اور آداب سکھائے جائیں اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے بولنے چالنے، شرم وحیا کا سلیقہ سیکھایا جائے اسلامی اخلاق، اسلامی سیرت اور اسلامی تہذیب سے آراستہ ہو کر اسلام کی خدمت سرانجام دیں"۔[30] آپ نے دعوت دین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے اہم کام کی طرف بھی توجہ دلائی آپ لکھتے ہیں کہ:

"دعوت الی اللہ اور علم دین کے سلسلے کو چلانا اور احکام کا امت تک پہنچانا یہ سب امت سے مطلوب ہے اگر امت اسے سرانجام نہ دے چھوڑ دے اور ترک کر دے تو وہ گنہگار ہو گی۔۔۔ دعوت الی اللہ کی طرف بلانا امت پر فرض ہے"۔[31]

حوالہ جات

[1]ندوی، ابوالحسن، ذکر خیر، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1977، ص13

[2]ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1، 1977/ 100

[3]ایضا، کاروان زندگی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1، 1977/ 48،49

[4]ندوی، ابوالحسن علی، کارون زندگی، 1/ 30

[5] سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حیات وفکار کے چند پہلو، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورستی، اسلام آباد، 2002

[6]ندوی، ابوالحسن علی، ذکر خیر، ص56،57

[7]نفیس حسن، محمد، ڈاکٹر، میری تمام سرگذشتہ (سید ابوالحسن علی ندوی)، تراہا بہرام خان دریاگنج، دہلی، 2000ء، ص23

[8] انصاری، محمد حسن، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی حیات اور کارنامے اور ان کے ملفوظات، ایک اجمالی خاکہ، المکتبہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، 1999ء، ص38

[9]ندوی، ابوالحسن علی، پرانے چراغ، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2، 1977/ 304

[10] کاروان زندگی،5/35

[11] مقدمہ تاریخ دعوت وعزیمت،6/1

[12] کاروان زندگی،1/453

[13] پرانے چراغ،2/291

[14] دریائے کابل سے دریائے یرموک تک، ص35

[15] تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، ص54

[16] تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، ص70

[17] کاروان زندگی،1/218

[18] کاروان زندگی،5/225

[19] تحفہ انسانیت،116-118

[20] میر کارواں، ص205

[21] میر کارواں، ص276

[22] کاروان زندگی،3/102

[23] کاروان زندگی،3/110

[24] ندوی، ابوالحسن، مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش، ص295

[25] دستور، حیات، ص216

[26] ایضا، ص217

[27] دستور، حیات، ص218

[28] ندوی، ابوالحسن، علی، تعمیر انسانیت، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی،2013ء، ص24

[29] ایضا، خواتین اور دین کی خدمت، کاکوری پریس لکھنو، ص1998،110

[30] ایضا، ص98

[31] ندوی ابوالحسن علی، تبلیغ دین کے لئے ایک اصل۔ لکھنو،1981، ص2